میثم قادری

رسالہ تہلیلیہ

مصنّف

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

○

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ) لاہور کینٹ

کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

سلسلہ مطبوعات نمبر 79

بانی مجلس

مترجم کتب احادیث علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری مظہری رحمتہ اللہ

نام کتاب ________ رسالہ تہلیلیہ

مصنف ________ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

مترجم ________ علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری مظہری

ضخامت ________ 24 صفحات

ناشر ________ مرکزی مجلس امام اعظم لاہور چھاؤنی

تعداد ________ گیارہ سو

سن اشاعت ________ فروری 1996ء

مطبع ________ رحمان وقاص پرنٹرز

برائے ایصال ثواب

والدہ محترمہ حاجی محمد اسلم صاحب

فضل سٹیل ڈیکوریشن غوثیہ کالونی لاہور کینٹ

نوٹ :- بیرون جات کے شائقین علم -/3 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

________ ملنے کا پتہ ________

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ)

پرویز الیکٹرک سٹور، کوڑے چوک، لاہور چھاؤنی

پوسٹ کوڈ نمبر 54810

رسالہ تہلیلیہ

مُصنّف

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری

○

مرکزی مجلس امام اعظم (رجسٹرڈ) لاہور کینٹ

کوڈ نمبر ۵۴۸۱۰

رسالہ تہلیلیہ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں۔

اگر آپ کہیں کہ خبر لا سے پہلے تقدیر کا ماننا ضروری ہے۔ یوں عبارت لا الہ موجود الا اللہ ہوجائے گی جو دوسرے معبود کے عدم امکان کو مفید نہیں اور اگر عبارت یوں ہو۔ **لا الہ ممکن الا اللہ** تو یہ مستثنیٰ کے وجود پر دلالت نہیں کرتا' لہذا یہ دونوں صورتیں ہی غلط ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہم پہلی صورت کو اختیار کرتے ہیں' جیسے کہ وہ خبر لا کی صورت میں مشہور ہے اور اس سے جو غلط نتیجہ سامنے آتا ہے اس کا انکار کرتے ہیں' کیونکہ دوسرے خدا کے موجود ہونے کا امکان نہیں ہے اور اگرچہ یہ واجب ہے کہ ہم اس کا عقیدہ رکھیں لیکن یہ جواب نہیں کہ کلمہ توحید ہی اس قسم کی ہر بات پر دلالت کرے' ہاں جائز ہے کہ یہ اس پر کافی دلالت کرے، کہ اللہ سبحانہ کے سوا اور کوئی معبود موجود نہیں ہے۔ یہی اس کا مقصد ہے اور اس مطلب کو واضح کرنے میں یہ عمدہ ہے۔

اگر آپ کہیں کہ بنی تمیم کی لغت کے مطابق لا کو خبر ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے جیسا کہ ابن حاجب نے نقل کیا ہے کہ وہ اس کو خبر ثابت نہیں کرتے تو ہم کہتے

ہیں کہ محققین کے نزدیک یہ بات قابل اعتماد نہیں ہے' جیسا کہ اندلسی نے کہا ہے۔

"مجھے نہیں معلوم کہ یہ بات کہاں سے نقل کی اور شاید اس کا قیاس ہے۔"

اور فرمایا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ بنی تمیم اسے اس وقت حذف کرتے ہیں جب یہ کسی سوال کا جواب ہو اور کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو اس پر دلالت کرے اور جب کوئی قرینہ نہ ہو تو اس کے خلاف بالکل جائز نہیں اور جبکہ اس پر دلیل بھی نہ ہو۔

پس بنی تمیم بھی اہل حجاز کی طرح اس کے وجود کو ضروری جانتے ہیں اور اللہ ہی کی مدد حاصل کی جاتی ہے۔

سید سند نے کشاف کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔

جیسے عقلاء اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں سرگرداں ہیں' کیونکہ انوار عظمت کے باعث وہ ان سے حجاب میں ہے اور اسی طرح وہ لفظ اللہ کے متعلق حیران ہیں' گویا اس کی طرف بھی ان انوار کی شعائیں منعکس ہو گئی ہیں' لہٰذا دیکھنے والوں کی آنکھیں حیران رہ گئی ہیں' چنانچہ ان میں اختلاف ہو گیا کہ یہ (لفظ اللہ) سریانی ہے یا عربی؟ اسم ہے یا صفت؟ مشتق ہے تو کس لفظ سے بنا ہے اور غیر مشتق ہے تو علم ہے یا غیر علم؟

کہا گیا ہے کہ اس کی اصل الہ ہے۔ پس ہمزہ تو حذف ہو گیا اور اس کی جگہ الف اور لام آگئے اور اسی لئے یااللہ کہا جاتا ہے قطع کر کے۔

اگر آپ کہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ ندا کی صورت میں ہمزہ قطعی ہوتا ہے اور بصورت دیگر اصلی ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ندا کی صورت میں معرفہ کے الف لام کے عوض باقی رہتا ہے اور غیر ندا کی صورت میں چونکہ یہ مفہوم اس سے پوری طرح خارج نہیں ہوتا' یعنی معنا" معرفہ ہوتا ہے۔ اسے ذہن نشین رکھئے۔

اور یہ (لفظ اللہ) معبود برحق کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ لفظ الہ کا اطلاق درحقیقت ہر معبود پر ہوتا ہے، خواہ وہ حق ہو یا باطل، پھر یہ غالب طور پر معبود برحق کے لئے استعمال ہونے لگا۔

اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل الا لہ ہے جبکہ ثقالت کے باعث ہمزہ محذوف اور لام اس میں شامل کردیا گیا۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ الہ یعنی الاھتہ اور الوہیتہ سے مشتق ہے یعنی بندہ بمعنی اس نے عبادت کی جبکہ تالہ اور استالہ بھی اسی سے بنے ہیں یعنی اس نے عبادت کی۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ الہ سے ہے جبکہ حیران رہ جائے کیونکہ عقلیں اس کی معرفت میں حیران رہ جاتی ہیں۔

یاالھت الی فلان سے ہے کہ اس کی طرف سکون ملا کیونکہ روحوں کو اس کی معرفت میں سکون حاصل ہوتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ اس کی ذات کے لئے اسم علم یعنی جامد ہے اور کسی لفظ سے مشتق نہیں ہے، کیونکہ اس کا وصف بیان کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ تعریف نہیں کی جاتی۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کا کوئی ایسا نام ہو جو تمام صفات کو شامل ہو اور اس کے سوا کسی دوسرے لفظ کا اس پر اطلاق کرنا درست نہ ہو۔

اور اگر یہ صفت ہوتو لا الہ الا اللہ کہنا توحید نہیں ہوسکتا جس طرح کہ لا الہ الا الرحمٰن نہیں ہے کیونکہ یہ شرک کی رکاوٹ نہیں کرتا۔

یہ بات محل نظر ہے کیونکہ مذکورہ دلائل مطلوب کو ثابت کرنے پر دلالت نہیں کرتے، کیونکہ پہلی دلیل نفی وصفیہ پر دلالت کرتی ہے نہ کہ علم ہونے کے ثبوت پر، جبکہ اجناس کے اسماء اور لفظ اسی طرح کے ہیں۔

اور تیسری دلیل یہ بایں وجہ درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اوصاف غالبہ

میں سے ہو کہ دوسرے کے لئے استعمال نہ ہوتا ہو اور دوسرے کی شرکت کو مانع ہو لیکن اس کے باوجود علم بھی نہ ہو، جیسا کہ ہم اسی کے مانند مثلاً "لاالٰہ الا الرحمن کہیں تو کس طرح جائز ہے کہ یہ توحید کے لئے مفید نہ ہو کیونکہ لفظ الرحمٰن کا اطلاق بھی دوسرے پر نہیں ہوتا اور اس (خدا) کے سوا کسی کی اس کے ساتھ تعریف نہیں کی جاتی۔ لہٰذا یہ علم کی طرح ہوگیا جو شرکت کے لئے مانع ہے، جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے، لہٰذا غور کرلیجئے۔

اور جو قاضی بیضاوی نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص ذات کے لئے علم سے منع کیا ہے، کیونکہ اس کی ذات ایسی ہے جو دوسری حقیقی یا اس کے غیر کے اعتبار سے بشری عقل میں سمانے والی نہیں ہے، لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک لفظ اس پر دلالت کرسکے۔

یہ محل نظر ہے، یہ کیونکہ وجہ چل نہیں سکتی جبکہ اس (لفظ اللہ) کا مقرر فرمانے والا خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔

اگر آپ کہیں کہ کسی علم کو آپ ایک طریقے سے حاصل کریں تو یہ اس علم سے مختلف ہوگا جو دوسرے طریقے سے حاصل کیا ہے، جیسا کہ یہ اکثر علماء کا مختار قول ہے۔ پس اس صورت میں جائز ہے کہ اس کی مخصوص ذات کو کسی دوسرے طریقے سے مانا جائے جیسے واجب بالذات یا معبود برحق کے لفظ سے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو ظاہر کرنے کے لئے اس لفظ کو مقرر فرمایا ہو اور وہ لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہو۔

میں کہتا ہوں کہ اس مقام پر یہ علم کے لحاظ اور ذات کی خصوصیت کے باعث ضروری ہے کہ وہ (لفظ) شرک کا مانع ہو ورنہ کسی چیز کا عام علم اور کلی مفہوم اس مقصد کے لئے کافی نہیں ہوگا۔ اس میں غور کرنا چاہئے کیونکہ یہ باریک مسئلہ ہے اور

اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔

بعض محققین نے لفظ اللہ کے لطائف میں کہا ہے کہ اگر اس کا ہمزہ نہ پڑھا جائے تو للہ باقی رہ جاتا ہے جبکہ "اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمینوں کے لشکر۔" اگر باقی لفظ سے لام کو ترک کردیا جائے تو وہ لہ کی صورت میں باقی رہ جاتا ہے یعنی۔ "اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔" اور اگر باقی لام کو ترک کردیا جائے تو ہائے مضمومہ باقی رہ جائے گی جو ھو سے ہے جیسے:۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی۔" اس میں واوٗ زائد ہے جو ھما اور ھم کی صورت میں ساقط ہوجاتی ہے اور اس میں تامل ہے جو اس شخص پر مخفی نہیں جس کو عربی زبان کا تھوڑا سا بھی علم حاصل ہے۔

رہا معانی کے لحاظ سے تو جب آپ اسے لفظ اللہ کے ساتھ پکاریں گے تو گویا آپ نے اسے تمام صفات کے ساتھ پکارا بخلاف دوسرے تمام اسماء کے' لہٰذا اسی لفظ کے ساتھ گواہی دینا درست رہا اور اس پاک ذات کے ایک ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ قدرت والے معبود ہوتے تو قدرت کی نسبت دونوں کی طرف برابر ہوتی کیونکہ قدرت کی صفت اس کی ذات میں موجود ہوتی اور تمام ممکنات ان کے قبضہ و قدرت میں ہوتے اور اس (قدرت) کی نسبت دونوں کی طرف برابر ہوتی۔ پس اس وقت پر لازم آتا کہ وہ مقدور دونوں کی قدرت سے وجود میں آتا اور یہ محال ہے کیونکہ ایک ہی مقدور پر دو مستقل قدرتوں کا وارد ہونا ممکن نہیں ہے' اور اگر دونوں میں سے ایک ایسا کرے تو یہ بھی محال ہے کیونکہ اس سے ترجیح بلا مرجع لازم آتی ہے۔

پس حاصل یہ ہوا کہ متعدد الہوں کے تسلیم کرنے سے ممکنات کی کسی چیز کے وجود کو ماننا درست نہیں رہے گا' کیونکہ مذکورہ دونوں محالات میں سے ایک کو اختیار کرنا ہوگا اور محال کا التزام کرنا بھی محال ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی دلیل

ہے۔ "اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتا تو فساد برپا ہو جاتا۔" اس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے یہ مشہور حقیقت ہے جو تشریح سے بے نیاز ہے۔

حکماء نے کہا ہے کہ اگر دو واجب الوجود پائے جاتے تو اس سے ان کے نزدیک ثابت ہوتا کہ ذات واجب ماہیت کے لحاظ سے ممتاز و متعین ہو سکتی ہیں، جس سے ان کا مرکب ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی واجب الوجود نہ ہو کیونکہ مرکب ہونا اس کے منافی ہے جبکہ فرض اس کے خلاف کیا تھا۔

شرح مواقف میں ہے:۔

اس مسئلہ میں بت پرستوں کے علاوہ ثنویہ فرقہ کے سوا کوئی مخالف نہیں ہے کیونکہ وہ دو واجب الوجود معبود نہیں بتاتے اور نہ بتوں کو صفات الہیہ سے متصف ٹھہراتے ہیں، اگرچہ ان پر معبود کے نام کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ انہوں نے نبیوں، زاہدوں، فرشتوں اور ستاروں کی صورتیں گھڑلی ہیں اور عبادت کی غرض سے ان کی تعظیم میں مشغول ہوگئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے وہ حقیقی معبود تک پہنچ جائیں۔

اور اس کلمہ شریفہ کے فضائل میں سے وہ ہے جس کو بخاری و مسلم نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو دل سے یہ گواہی دے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور بے شک محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔"

اور ان دونوں نے ہی جو حضرت ابوذر سے روایت کی

ہے:۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "جس

بندے نے کہا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور پھر

اسی پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔ میں عرض
گزار ہوا کہ خواہ زنا یا چوری کرے؟ فرمایا کہ خواہ زنا
یا چوری کرے۔ میں نے عرض کی کہ خواہ زنا یا
چوری کرے؟ فرمایا :- خواہ زنا یا چوری کرے۔ میں
عرض گزار ہوں کہ خواہ زنا یا چوری کرے؟ فرمایا کہ
ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو' خواہ وہ زنا یا چوری
کرے۔"

اور ان میں سے وہ ہے جس کو صحیح مسلم نے حضرت عبادہ بن صامت سے
روایت کیا ہے :-

ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:۔ جس نے گواہی دی کہ
نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد مصطفیٰ اللہ کے
رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا
ہے۔"

اور ان میں سے وہ ہے جس کو صحیح مسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے :-

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جو فوت ہوا اور وہ جانتا ہے کہ
نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ تو وہ جنت میں داخل ہوا۔"

اور ان میں سے وہ ہے جس کو مسند احمد نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا
:-

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجیاں یہ گواہی دینا

ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔"

اور ان میں سے وہ ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے فضیلت والا ذکر لاالہ الااللہ کہنا ہے اور سب سے فضیلت والی دعا الحمدللہ کہنا ہے۔"

اور ان میں سے وہ جس کو شرح السنہ میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے:-

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ عرض گزار ہوئے۔ اے رب! مجھے ایسی چیز سکھا جس کے ساتھ تیرا ذکر کروں اور جس کے ساتھ تجھ سے دعا کیا کروں۔ فرمایا کہ اے موسیٰ! لاالہ الااللہ کہا کر عرض گزاری کہ اے رب! یہ تو ہر بندہ کہتا ہے فرمایا کہ لاالہ الااللہ کہا کر عرض گزاری ہوئے کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو' لیکن میں مخصوص چیز چاہتا تھا۔ فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور ان میں بسنے والے ماسوائے میرے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لاالہ الااللہ دوسرے پلڑے میں تو لاالہ الااللہ والا پلڑا دوسرے سے بھاری رہے گا۔

اور ان میں سے وہ ہے جو مفسرین نے ارشاد ربانی : ا

لیہ یصعد الکلم الطیب سے توحید کے الفاظ **لا الہ ا**
لا اللہ مراد ہیں۔

اور انہوں نے ارشاد ربانی **لا یتکلمون الا من اذن**
لہ الرحمن کی تفسیر میں کہا کہ یہاں **قال صوابا** سے
درست بات اور شفاعت کرنے والا قول مراد ہے جو
دنیا میں کہا تھا کہ **لا الہ الا اللہ**

جاننا چاہئے کہ اہل اسلام میں سے عوام کی توحید
یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت کی نفی کی
جائے کہ واجب الوجود اسی کی ذات ہے اور عبادت کا
حق اسی کو ہے۔ اسی پر آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی
سعادت کا دارومدار ہے اور ظاہر میں انبیائے کرام نے
مخلوق کو اسی کی دعوت دی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ان صوفیاء کے
نزدیک جو اللہ والے، صاحبان کشف اور شمع نبوت
سے نورانیت حاصل کرنے والے ہیں، جو زمین کے
سہارے ہیں اور جن کی برکتوں سے اہل زمین پر
رحمت نازل ہوتی ہے اور جن کی وجہ سے یہ بارش
اور رزق دیئے جاتے ہیں اور جن کے پاس بیٹھنے والا
بدبخت، نہیں ہوتا یہ ہے کہ وجود میں ان کے نزدیک
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، وہ مطلق تھا
جبکہ اس کے ساتھ مخلوق نہ تھی اور نہ کوئی قید تھی

اور اب بھی اسی طرح ہے اور جس کو دنیا، غیر، ماسوا یا
مقید کہا جاتا ہے وہ محض دیکھنے کی بات ہے اور اس
کی قدرت کا کمال جیسا کہ ایک عارف نے کہا ہے:۔

دوئی کی ہے نہیں تجھ تک رسائی
تیری قدرت نے دنیا ہے دکھائی

شیخ صدرالدین قونوی قدس سرہ نے النصوص میں فرمایا ہے:۔

"وجود واجب کے سلسلہ میں سب سے بڑے شبہات
اور حجابات وہ ہیں جو اعیان ثابتہ مختلف شکلوں میں
نمودار ہوئے ہیں جن سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ
اعیان ثابتہ بھی موجود ہیں، حالانکہ وجود ظاہر نہیں
ہوئے۔ یہ نہ تو ظاہر ہوتے ہیں اور نہ ظاہر ہوسکتے
ہیں، کیونکہ ان کی ذات میں ظہور کی صلاحیت نہیں
ہے۔

میرے شیخ اور میرے والد قدس سرہ نے کنزالحقائق نامی رسالہ میں فرمایا ہے:

"یہ قید ہستی صرف دیکھنے کی چیز ہے کیونکہ یہ اللہ
تعالیٰ کی صناعی ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی صناعی ہے،
جس نے ہر چیز کو مکمل کردیا ہے، لہٰذا اس نے موجود
حقیقی کے قائم مقام ہونے کا حکم حاصل کرلیا اور اس
پر دنیاوی و اخروی احکام مرتب ہوتے ہیں، جیسا کہ
کتاب و سنت نے بیان کیا ہے۔ پس یہ ابدی ہوگیا
ہے اور کسی کے فنا کرنے سے فنا نہیں ہوگا۔ ماسوائے

اس کے جس نے اسے رنگ بقادیا ہے اور اسی لئے
اسے وجود کے مرتبوں میں رکھا ہے۔"

چونکہ یہ قید ہستی والے حقیقت نفس الامری میں موجود نہیں ہیں بلکہ معدوم محض ہیں' جیسے کہ کبھی تھے' جبکہ اعیان (چیزوں) نے حقیقی وجود کی بو تک نہیں سونگھی اور حقیقی وجود اللہ واحد و قہار کے سوا اور کوئی نہیں ہے' اسی لئے وجود کو مرتبہ تنزل سے موسوم کیا جاتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ میں نہ تنزل ہے اور نہ ترقی بلکہ وہ ہر قید سے بالکل آزاد ہے' یہاں تک کہ اطلاق کی قید سے بھی اور مطلق وجود مراتب احکام کا جامع ہے اور ہر مرتبہ کے لئے مخصوص احکام ہیں' جن سے وہ تجاوز نہیں کرسکتا۔ پس جو انہیں پیش نظر نہ رکھے وہ زندیق ہے' اسی کے بیان کرنے اور یاد رکھنے کی خاطر کتابیں نازل کیں اور رسول بھیجے۔ اس شرف والے نکتے کو سمجھنے کے لئے ان (حضرات صوفیہ) کے پاس صحیح وجدان اور کشف کی حقانی قوت ہوتی ہے:

"انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم پر کشف و مشاہدہ سے یہ
بات ظاہر ہوئی ہے کہ اللہ سبحانہ' کا وجود اس کی ذات
کا عین ہے اور اس کے سوا کوئی حقیقی طور پر موجود
نہیں ہے اور تمام چیزیں عکس و اعتبار کے لحاظ سے
اس کی ذات سے ملحق ہیں۔ پس حقیقی وجود اللہ سبحانہ
کا ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے' اسی لئے وجود اور
موجود دونوں ساتھ ہیں کیونکہ موجود کا معنی ہے جو
وجود کے ساتھ قائم ہو۔ برابر ہے کہ خواہ وہ صفت کی
صورت میں قائم ہو یا وہ خود ہی قائم ہو۔"

اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں وجود وہی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو' نہ کہ

جو دوسرے کے وصف سے قائم ہو۔ پس اس کے سوا اصل میں کوئی موجود ہی نہیں ہے، چنانچہ ممکن اور واجب کے درمیان مرتبہ وجود کے لحاظ سے کمال کی صورت میں فرق اور دوری ہے کیونکہ حق سبحانہ' کی ذات عین وجود ہے اور ممکن کی ذات اس کے وجود کا عین نہیں ہے اور نہ اپنے وجود سے متصف ہے اور نہ اپنے وجود سے قائم ہے بلکہ ممکن تو وجود کے ساتھ خاص نسبت ہونے کے سبب نظر آتا ہے۔ گویا ممکنات کے وجود کے موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اس وجود کے ساتھ خاص نسبت ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے اور یہ نہیں کہ اس کا وجود ان (ممکنات) کے ساتھ قائم ہو۔

جیسے کہ لوہار اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لوہے پر اپنی کاری گری صرف کرے تو اس کی لوہے کے ساتھ خاص نسبت ہوتی ہے، بغیر اس کے کہ لوہا اس کی ذات کے ساتھ قائم ہویا جیسے الشمس اس پانی کو کہتے ہیں جس کو سورج کی خاص نسبت حاصل ہوجائے اور بالمقابل ہونے کے باعث اس کی تپش حاصل کرلی ہو۔

پس دنیا وجود کے مرتبہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے مراتب سے بہت ہی نیچے ہے کیونکہ رب تعالیٰ کے مقابلہ پر مٹی کیا چیز ہے؟ لہٰذا مطلق بے نیازی نیز صوری و معنوی کمالات حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کو حاصل ہیں کیونکہ وہ عین وجود اور کمالات کی اصل ہے۔

چاند نے پائی اسی سے چاندنی
آنکھ ہے بینا اسی کے نور سے

مخلوق میں ذاتی طور پر پستی اور محتاجی ہے کیونکہ حقیقت میں نہ ان کا وجود ہے اور نہ نمود بلکہ وہ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کا عکس ہے جو اعیان کے آئینوں اور جلوہ گاہوں میں ظاہر ہوا اور وہ اپنے معدوم ہونے پر باقی ہے جیسے پانی برتن کا رنگ

ظاہر ہونے پر بغیر رنگ کے باقی رہتا ہے جیسا کہ پہلے تھا کیونکہ جو رنگ اس میں ظاہر ہوا ہے وہ اس کے غیر کا رنگ ہے' اس کا اپنا رنگ نہیں ہے۔ حضرت جنید قدس سرہ سے توحید کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ پانی کا رنگ وہی ہے جو اس کے برتن کا رنگ ہے' یعنی وجود اور کمالات جو اعیان سے ظاہر ہوئے ہیں وہ نہیں ہیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے اور اعیان نے تو وجود کی بو بھی مطلقاً نہیں سونگھی۔ پس دنیا انہیں اعیان سے عبارت ہے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی تجلی کے واسطے سے موجود سمجھی جاتی ہیں۔ پس اس ظاہری وجود اور حقیقت میں اعدام کے ساتھ نظام عالم ہے جیسا کہ شیخ عراقی نے فرمایا ہے:

روز و شب میں ہے ربط وہ رکھا

جس سے قائم نظام عالم ہے

یعنی وجود و عدم کے اخلاط اور ان کے باہمی امتزاج سے دنیا کے نظام کو قائم فرمایا ہے:

حضرت شیخ عارف عبداللہ القدوس الحنفی نے اپنے مکتوبات میں فرمایا ہے:

"درحقیقت مطلق ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے مگر کائنات کے لباس نے حجاب والوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رکھی ہے اور یہی چیز انہیں دور اور مہجور رکھتی ہے۔"

یعنی حق سبحانہ کا اعیان ثابتہ میں ظہور اور عارضی احکام کے ساتھ اس کا رنگین ہونا یہی تو حجاب والوں کے محجوب رہنے کا سبب ہے ورنہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا ظاہر' مرئی اور مشہود کوئی نہیں ہے۔

ان (صوفیائے کرام) میں سے شیخ محی الدین (ابن عربی) قدس سرہ نے فرمایا ہے:

"جس نے کہا کہ حق تعالیٰ محسوس اور مخلوق عقلی ہے
تو وہ اس سے پاک ہے کیونکہ وہ زیادہ ظہور کے باعث
پوشیدہ اور زیادہ قرب کے باعث بعید اور ادراک
الادراک نہ ہونے کے باعث مجہول ہے۔ یہ نہیں ہے
کہ معمولی ادراک بھی نہ ہو کیونکہ یہ تو ہر آدمی کو
حاصل ہے اور ان سے ملطقاً" جدا نہیں ہوتی اور
انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اسی لئے
مبعوث فرمایا کہ سخت تکالیف سے ادراک الادراک کو
حاصل کیا جائے۔"

جاننا چاہئے کہ فلاسفہ ان (صوفیائے کرام) کے ساتھ متفق ہیں کہ حق سبحانہ کا وجود اس کی ذات کا عین ہے اور دوسروں کا وجود اس سے خاص نسبت کے باعث ہے، کیونکہ اس کا وجود تو اپنی ذات سے قائم ہے۔ یہ نہیں کہ وجود اس کی صفت ہو، اور اس کے ساتھ قائم ہو جیسا کہ لوہار اور دھوپ کے گرم پانی کی مثالوں میں گزرا۔

انہوں (فلاسفہ) نے واجب تعالیٰ کے وجود کا اس کی ذات کے عین ہونے پر دو وجہ سے استدلال کیا ہے۔ اولاً" اگر وجود اس کی ذات پر زائد ہو تو اسے وجود کے ساتھ متصف ہونے کے لئے کسی علت کی احتیاج ہوگی۔ اگر اتصاف کے لئے علت خواس کی ذات ہو تو اس کی ذات کا وجود سے پہلے ہونا لازم آئے گا اور وجود کے اتصاف میں اسی کی تاثیر ہوگی کیونکہ عقل کا یہ واضح فیصلہ ہے کہ ایجاد وجود کی فرع ہوتا ہے۔

اس صورت میں لاحق ہونے والا وجود اگر پہلے وجود کا عین ہو تو اس سے ایک چیز کا اپنے ہی اوپر تقدم لازم آتا ہے اور اگر وہ لاحق ہونے والا غیر نہ ہو تو ہم غیر کے

کسی چیز کے ساتھ متصف ہونے میں غور کریں گے۔ یہاں تک کہ وجود کے بارے میں تسلسل لازم آئے گا اور ایسے وجود پر جاکر بات ختم ہوگی جو اس کی ذات کا عین ہو' لیکن کسی ایک ہی چیز کے وجود میں تعدد کا ہونا محال ہے۔

جیسے کہ فطرت سلیمہ اس کی گواہی دیتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز بھی معرض وجود میں آتی ہے تو اس کی ذات کی طرف دیکھنے میں وجود پیش نظر نہیں ہوتا جیسا کہ یہ بات جمہور فلاسفہ میں مشہور ہے اور اس کی حقیقت ایک ہی رہتی ہے اور متعلقہ چیزوں کا اس سے حقیقی تعلق نہیں ہوتا اور اس کے وجود کا ثبوت اس کی ذات سے پیدا نہیں ہوا جیسا کہ مذکور ہوا کہ ایجاد وجود کی فرع ہے۔ پس یہ درست نہیں ہے کہ ذات' جس طرح وہ ہے' وجود کی شرط کے بغیر موجد ہو' یکساں ہے خواہ وہ اپنے آپ کی موجد ہو یا اپنے غیر کی موجد ہو۔

پس بات یہ ہوئی کہ واجب تعالیٰ کی حقیقت ایک ضروری وجود ہے جو اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے' جبکہ اس کا وجود اور موجود ہونا ایک ساتھ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کے سردار ہیں۔ قیامت کے روز آپ کے پیروکار جملہ انبیائے کرام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ تمام اگلوں اور پچھلوں سے معزز ہیں۔ سب سے پہلے آپ کی قبرِ مبارک شق ہوگی۔ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ کھٹکھٹائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کھول دے گا اور قیامت کے روز لواء الحمد آپ نے اٹھایا ہوا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر انبیائے کرام وغیرہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: "ہم آخری ہیں اور قیامت کے روز

پہلے ہوں گے، اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ فخریہ نہیں اور میں رسولوں کا سردار ہوں، اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور میں سب نبیوں سے آخری ہوں اور یہ فخریہ نہیں کہتا اور جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے (قبر سے) نکلنے والا ہوں گا اور جب ان کے وفد بنائے جائیں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب خاموش کر دیئے جائیں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ روک دیئے جائیں گے تو میں ان کے لئے شفاعت طلب کروں گا اور جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں انہیں بشارت دینے والا ہوں گا۔ بزرگی اور کنجیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں حضرت آدم کی ساری اولاد سے معزز ہوں۔ میرے گرد ایک ہزار خادم پھرتے ہوں گے گویا وہ چھپے ہوئے انڈے یا بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب قیامت کا روز ہوگا تو میں نبیوں کا امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور یہ فخریہ نہیں کہا۔"

اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور وہ نبی تھے جب حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کی جمہور کے نزدیک معتبر دلیل یہ ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور آپ کے ہاتھوں معجزات کا ظہور ہوا اور جو ایسا ہو وہ نبی ہے۔ آپ کا دعویٰ نبوت کرنا تواتر سے ثابت ہے اور اسی طرح آپ سے معجزات کا صدور ہونا اور قرآن مجید وغیرہ آپ کے معجزات سے ہیں۔

قرآن کریم اس لحاظ سے بھی معجزہ ہے کہ رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے مقابلہ کے لئے بلایا اور عرب کے صاحبان فصاحت و بلاغت کو چیلنج کیا کہ اس جیسی ایک ہی سورت بنا لائیں۔ وہ تعداد میں کثیر تھے لیکن انتہائی تعصب اور جاہلانہ حمیت کے باوجود اس جیسی ایک چھوٹی سی سورت بھی لانے سے عاجز رہے۔

یہاں تک کہ قلمی مقابلے پر انہوں نے تلوار کے ذریعے مقابلہ کرنے کو ترجیح دی، اگر وہ قلمی مقابلہ کرسکتے تو ضرور کرتے اور وہ مقابلہ کرنا تواتر کے ساتھ منقول ہوتا، جس کو نقل کرنے کے مختلف ذرائع ہیں، جیسے خطیب منبر پر بیان کرے، جس سے عادت کے مطابق کسی چیز کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے کیونکہ حواس کی طرح عادت بھی حصول علم کا ایک ذریعہ ہے۔

جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور معجزے دکھائے وہ نبی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ جاری عادت ہے کہ مخلوق میں مدعی نبوت کی تصدیق کا علم پیدا کردیتا ہے جبکہ اس کے ہاتھ پر معجزے کا ظہور ہوجائے کیونکہ جھوٹے آدمی کے ہاتھوں معجزے کا اظہار نہیں ہوسکتا، جیسے جو کہے کہ میں نبی ہوں اور پھر پہاڑ کو اس کی جگہ سے اٹھاکر لوگوں کے سروں پر معلق کردے اور کہے کہ اگر تم مجھے جھٹلاؤ گے تو یہ تم پر گر پڑے گا اور اگر میری تصدیق کرو گے تو یہ تم سے ہٹ جائے گا، چنانچہ جب وہ اس کی تصدیق کا ارادہ کریں تو ان سے دور ہونے لگے اور جب اسے جھٹلانے کا ارادہ کریں تو ان کے نزدیک ہوجائے۔ اس سے یقینی علم حاصل ہوجائے گا کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور عادت کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ جھوٹے آدمی سے ایسا کام نہیں ہوسکتا۔

لوگوں نے اس کی ایک اور مثال بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب کوئی آدمی بادشاہ کی مجلس میں جم غفیر کے سامنے کھڑا ہوکر کہے کہ یہ اس بادشاہ کا ان کی طرف قاصد ہے۔ وہ دلیل کا مطالبہ کریں تو کہے:

> اگر بادشاہ اپنی عادت کے خلاف تخت سے اٹھ کر ایسی
> جگہ بیٹھ جائے جہاں بیٹھنے کا وہ عادی نہیں تو یہ اس کی
> تصدیق ہوگی اور اس کی سچائی کے لازمی علم کے لئے
> یہ [illegible] ہوگا۔

اور یہ مثال اس قبیل سے نہیں ہے کہ غائب کو موجود پر قیاس کرلیا ہو بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ معجزے کا ظہور اس کے یقینی سچا ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا علم یقین عادی کے لئے بھی مفید ہوتا ہے۔ یہ مثال اس بات کو ذہن نشین کروانے کے لئے ہے اور اس پر جو سوالات وارد ہوتے ہیں اور ان کے جوابات وہ بڑی کتابوں میں مذکور ہیں اور اپنے اس رسالے میں ہم نے یہ بات تفصیلا" لکھی ہے جو نبوت کے اثبات میں ہے۔

اور اس کے سوا جو معجزے ہیں وہ اپنی تفاصیل کے ساتھ متواتر منقول نہیں ہیں' لیکن بلاشبہ ان کے معجزے ہونے کا ثبوت متواتر ہے جیسے حضرت علی کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت جبکہ مطلوب کو ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے۔

رہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات مقدسہ سے اس پر دلیل پکڑنا خواہ وہ دعویٰ نبوت سے پہلے کے ہوں یا دعوت کے وقت کے یا اسے مکمل کرنے کے بعد کے اور آپ کے اخلاق کریمانہ اور احکام دانش مندانہ اور حوصلہ شکن حالات میں پیش قدمی کرنا۔ نیز دینی اور دنیاوی کاموں میں آپ سے جھوٹ کا قطعا" صدور نہ ہونا اور اگر ایک دفعہ بھی آپ سے جھوٹ کا صدور ہوجاتا تو مخالفین اس کی تشہیر پر پورا زور لگادیتے اور آپ کا کسی بھی برے فعل کی طرف اقدام نہ کرنا' نہ دعوی نبوت سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور امی ہونے کے باوجود آپ کا انتہائی فصیح ہونا اور رسالت کے فرائض کی تبلیغ میں مختلف قسم کی تکالیف برداشت کرنا' یہاں تک کہ فرمانا:

"کسی نبی کو اتنی ایذا نہیں دی گئی جتنی ایذا مجھے دی گئی ہے۔" اور آپ کا ان پر صبر کرنا کہ پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔

اور جب آپ دشمنوں پر غالب آئے اور اس بلند مرتبے پر پہنچے کہ مالوں اور جانوں میں آپ کا حکم نافذ ہونے لگا تو آپ کی پہلی حالت میں تبدیلی نہیں آئی بلکہ

آپ اول سے آخر تک ایک ہی پسندیدہ طریقے پر چلتے رہے۔

اور امت پر آپ کا انتہائی شفیق ہونا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں مخاطب فرمایا:

"تمہاری جان نہ چلی جائے ان پر افسوس کرتے ہوئے" اور آپ کا انتہائی سخی ہونا یہاں تک کہ آپ کو یوں روکا گیا: "تم انہی (ہاتھوں کو) پوری طرح نہ کھول دیا کرو۔"

اور آپ کا دنیاوی زیب و زینت کی طرف متوجہ نہ ہونا بلکہ فقراء و مساکین کے ساتھ انتہائی عاجزی سے رہنا اور اغنیاء کے ساتھ انتہائی خودداری کو برقرار رکھنا اور آپ کا دشمنوں کے ڈر سے بالکل نہ بھاگنا خواہ کتنا ہی زیادہ خوف ہوتا جیسے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق کے وقت اور یہ آپ کے قلب کی قوت اور اولوالعزمی کی پختگی کا دلیل ہے اور یہ نہ ہوتا اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر پورا یقین نہ ہوتا، جس کا اس نے یوں وعدہ فرمایا تھا: "اور اللہ تمہیں لوگوں سے بچاتا رہے گا۔"

یہ عادت کے طور پر ہرگز نہ ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال تبدیل نہیں ہوا جبکہ دوسروں کے حال تبدیل ہوتے رہے ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبوت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہونے کے ثبوت میں کافی ہے جیسا کہ کسی سمجھ دار اور انصاف پسند پر مخفی نہیں ہے۔

اے رب! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور کاروبار زندگی میں ہماری رہنمائی فرما۔

یہاں یہ رسالہ تمام ہوتا ہے جبکہ ابتداء اور انتہاء میں خدا کی ہی تعریف ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

مقدمہ

سر آ گندیم بسم اللہ مجریھا و مرسھا

حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات کسی طور محتاج تعارف نہیں، آپ علم و عمل اور فکر و عرفان کے اس بلند مقام پر فائز المرام ہیں کہ تاریخ آج تک آپ کی مثال پیش کرنے سے قاصر و عاجز ہے۔ آپ کا دور ازحد پر آشوب تھا، گمراہی و بدعقیدگی کی سرپرستی نمود وقت کے جابر بادشاہ، دین فروش علماء فقر سوز اور مکرساز صوفیہ کر رہے تھے، گویا۔

خاطر مسلسل است پریشاں چوں زلف یار
عیسم مکن کہ در شب ہجراں نوشتہ ایم

جب راہبر، راہزنوں کا روپ دھار چکے تھے، دوست، دشمنوں کی صورت بدل چکے تھے، اس درویش حق آگاہ نے حالات کی کایا پلٹ دی، اسے بادشاہوں کا خوف تھا نہ فقر و دیں کے جھوٹے مدعیوں کا ڈر، اس نے قدم اٹھایا تو کسی میں ٹھہرنے کی سکت نہ رہی بقول مصحفی۔

اس نے پھرا کے منہ کو .بتضا نقاب الٹا
ادھر آسماں الٹا ادھر آفتاب الٹا
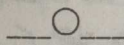
حضرت مجدد الف ثانی قدسی سرہ نے اصلاح احوال و عقائد کے لئے بہت سے مکتوبات شریفہ اور چند رسائل مبارکہ رقم فرمائے۔ آپ کی تحریر میں بلا کی روانی اور غضب کی اثر آفرینی ہے۔ دلائل و براہین کی فراوانی اور اسرار و معارف کی ہماھمی نے لفظ لفظ کو چار چاند لگادیئے ہیں، حضرت بدرالدین سرہندی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت مجدد کی سب سے بڑی کرامت ان کے صاجزادے اور ان کی تصانیف ہیں، (حضرت القدس جلد 2، ص 297)

علامہ ہاشم کشمی علیہ الرحمتہ نے ایک معاصر عالم دین کا قول نقل کیا ہے کہ "کتب و رسائل یا تو تصنیف ہوتے ہیں یاں تالیف، تالیف یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی

باتوں کو مناسب سیاق و سباق کے ساتھ یکجا کردیا جائے—— اور تصنیف یہ ہے کہ ان علوم و نکات کو بیان کیا جائے جو خود پر وارد ہوئے ہوں—— ایک مدت سے اہل زمانہ میں تصنیف ناپید ہو چکی تھی، صرف تالیف رہ گئی تھی—— اب انصاف کی بات یہ ہے کہ اس زمانے میں تمہارے شیخ بزرگوار (حضرت مجدد) کی تصانیف اور رسائل اور مکاتب کو میں نے خوب غور سے پڑھا، مگر مجھے تو کہیں دوسروں کی نقل نظر نہ آئی۔ الا ماشاء اللہ اور وہ بھی ضرورۃً اکثروبیشتر کشوفات و الہامات ان کی اپنی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور سب کے سب شریعت کے مطابق" (زبدہ المقامات، ص 215)

حضرت الشیخ غلام علی شاہ دہلوی علیہ الرحمتہ کی تحقیق کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصانیف عالیہ کی تعداد آٹھ ہے۔ اثبات النبوۃ، رسالہ تہلیلیہ، رد روافض، شرح رباعیات، معارف لدنیہ، مبداء و معاد، مکاشافات عینیہ مجددیہ، مکتوبات شریفہ، زیر نظر تحریر میں ہم رسالہ تہلیلیہ کے بارے کچھ لکھتے ہیں۔

رسالہ تہلیلیہ کا تاریخی نام معارف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (1010ھ) ہے، دور اکبری کے اس حصے میں لکھا گیا جب دین الٰہی کی خرافات و بدعات پورے عروج پر تھیں، اکبر کی جرات و جسارت کا یہ عالم تھا کہ اس نے کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کی جگہ اکبر خلیفتہ اللہ پڑھنے کا حکم نافذ کردیا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس رسالہ میں لفظ اللہ کی تحقیق اور اس کے لطائف، توحید باری کی دلیل، کلمہ طیبہ کے فضائل، وجود باری کی حقیقت اور اس کے متعلق صوفیہ و فلاسفہ کے افکار و آراء لکھنے کے بعد رسول اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کئے، نیز قرآن کریم کے معجزہ نبوت ہونے پہ دلائل پیش کئے ہیں۔ پروفیسر سید خورشید حسین بخاری کے مطابق آپ نے چھتیس سال کی عمر میں یہ رسالہ لکھا، چنانچہ انداز بیاں، طرز استدلال اور علمی رتبہ کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے، (مجدد نمبر جلد 2، ص 14)

اس رسالے میں آپ کا صوفیانہ رنگ خوب نکھرا ہے، حضرت زید فاروقی علیہ الرحمتہ کے بقول یہ رسالہ نسبت نقشبندی حاصل کرنے سے پہلے لکھا گیا (حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، ص 47) اس لئے اس میں صوفیہ وجودیہ کے احوال و آثار سے استفادہ کیا گیا ہے۔

——

اکبر بادشاہ کے دل میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض و عناد لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا' اس لئے اس نے حضور کے کمالات و اوصاف کا انکار شروع کردیا' اس نے قرآن پاک کو مخلوق' وحی کو محال' واقعہ معراج اور معجزہ شق القمر کو غلط قرار دیا' حضور کے اسماء گرامی پر لکھے گئے (احمد' محمد' مصطفیٰ وغیرہ) تبدیل کئے گئے' (منتخب التواریخ' 349)

اس دور میں ضرورت تھی کہ حضور کے فضائل و مناقب سے اکبری فتنوں کی شکار ملت کو آگاہ کیا جائے' حضرت مجدد الف ثانی نے یہ فریضہ بھی بڑے احسن انداز میں سرانجام دیا' جہاں آپ توصیف رسول کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ آپ کی وارفتگی و شیفتگی کا عالم دیدنی ہوتا ہے' رسالہ مذکورہ میں اس کی ایک جھلک دیکھئے۔

"محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کے سردار ہیں' قیامت کے روز آپ کے پیروکار جملہ انبیائے کرام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ تمام اگلوں اور پچھلوں سے معزز ہیں۔ سب سے پہلے آپ کی قبر مبارک شق ہوگی۔ آپ سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں' اور سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول ہوگی۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ کھٹکھٹائیں گے' پس اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس کو کھول دے گا' اور قیامت کے روز لواء الحمد آپ نے اٹھایا ہوا ہوگا' جس کے نیچے حضرت آدم اور دیگر انبیائے کرام ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہم آخری ہیں اور قیامت کے روز پہلے ہوں گے اور میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ فخریہ نہیں...... اگر وہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور وہ نبی تھے جب حضرت آدم پانی اور مٹی میں تھے۔

—O—
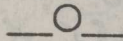
رسالہ تہلیلیہ زبان عربی میں لکھا گیا ہے' اس کو زبان اردو میں ڈھالنے کی سعادت فاضل عصر حضرت علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مجددی مظہری علیہ الرحمتہ نے حاصل کی ہے۔ علامہ موصوف اہل سنت و جماعت کے نامور مصنف' محقق شاعر اور مترجم ہیں۔ آپ کی رشحات قلم نے جہاں اپنوں کے فکرو آگہی کو جلا بخشی وہاں

بیگانوں کی عیاریوں کا محاسبہ کیا، حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے بقول ان کی مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف و تراجم کی تعداد سو سے زائد ہوگی۔ (عبدالحکیم اختر ص 4)

علامہ موصوف علم و عمل، خلوص و للہیت کے مالک تھے، گمنامی کی زندگی بسر کی، اہل سنت و جماعت کا بہت درد رکھتے تھے، عشق رسول ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہما سے خصوصی لگاؤ تھا، تمام عمر ان دونوں بزرگوں کی تعلیمات کا پرچار کرتے رہے، علامہ موصوف ان دونوں بزرگوں کے احسان نظر سے مالا مال تھے، ان کے انداز تحریر میں مجدد الف ثانی قدس، کے رنگ استدلال اور اعلیٰحضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے زور بیاں کی جھلک دکھائی دیتی ہے، یقیناً" یہ اس دعا کا فیضان ہے۔

یا الٰہی کلک اختر کو بنا کلک رضا
دشمنان دیں نہ یہ سمجھیں، رضا جاتا رہا

جب اس دعا کو قبول دوام حاصل ہوا تو علامہ موصوف نے میدان تحریر میں بڑے بڑے سورماؤں کو بچھاڑ کر رکھ دیا، ان کا عزم و استقلال ان کے اس شعر سے عیاں ہے۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

علامہ موصوف کی باقیات صالحہ میں سے مجلس امام اعظم کا وجود بہت مبارک ہے، مجلس ہذا کے زیراہتمام بہت سی کتب و رسائل چھپ کر اہل علم سے خراج تہنیت وصول کر چکے ہیں۔ رسالہ مذکورہ کو شائع کرنے کا شرف بھی اسی مجلس نے حاصل کیا۔ علامہ موصوف کے بعد مجلس کے نگران ان کے فرزند گرامی جناب غلام مصطفیٰ خان ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم علامہ موصوف کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لخت جگر کو ان کی طرح بیش از بیش خدمات دینی کی توفیق عطاء فرمائے۔

اقوال مجدد اعظم در شان امام اعظم ابو حنیفہ

1- امام ابو حنیفہ کی بدگوئی کرنے والا ناقص العلم ہے۔
2- امام ابو حنیفہ ہی علم فقہ کے بانی ہیں۔
3- امام ابو حنیفہ فقہ میں صاحب خانہ ہیں اور دیگر آئمہ امام اعظم کے اہل و عیال (بچے) ہیں۔
4- احناف کی اتنی تعداد ہے کہ یہ اکیلے ہی مسلمانوں کا سواد اعظم کہلائے جا سکتے ہیں۔
5- حنفی مذہب اصول و فروع میں دیگر مذاہب سے عمدہ اور نرالا ہے۔
6- امام شافعی امام اعظم کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے۔
7- امام ابو حنیفہ تمام مجتہدین سے زیادہ علم والے ہیں۔
8- امام اعظم نے انتہائی ورع و تقوی اور متابعت سنت کے باعث اجتہاد میں اعلی مقام پایا۔
9- اگر شافعی مذہب کی مناسبت کمالات ولایت ہے تو حنفی مذہب کمالات نبوت سے مناسبت رکھتا ہے۔
10- مذہب حنفی روایت اور درایت دونوں کے معیار پر پورا اترتا ہے۔
11- نگاہ کشف میں بھی حنفی مذہب جملہ مذاہب سے کامل اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا حامل ہے۔

ارشادات

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

1- آپ نے فرمایا علماء کی سیاہی (لکھنے والی) قیامت میں شہیدوں کے خون سے وزنی ہو گی۔

2- حقیقت سے واقف علماء کی دعا و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔

3- حلال و حرام کے معاملے میں ہمیشہ دیندار علماء کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

4- فرمایا دولت کے حریص دنیا دار علماء کی صحبت زہر قاتل ہے۔

5- پیر (مرشد) حق تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔

6- اللہ والوں کی صحبت کبریت احمر ہے۔

7- صوفیہ کے علوم و معارف اگر کتاب و سنت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردود

8- فرمایا اولیاء اللہ کے ساتھ بغض و عناد رکھنا زہر قاتل ہے۔

9- اللہ تعالیٰ جس کو برباد کرنا چاہے اسے بزرگوں پر طعن و تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔

10- ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک ہے۔

11- فرمایا شدید ریاضتوں سے بھی وہ بات میسر نہیں آتی جو بزرگوں کی صحبت سے مل جاتی ہے۔